سوال

(164) مسلمان دارالحرب کا باشندہ ہو تو؟

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

اگر کوئی مسلمان کسی دارالحرب کا باشندہ (مستامن نہیں) اور کمپنی حربیوں ہی کی ہو تو کیا اس صورت میں مسلمانوں کے لئے جائز ہوگا؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

کوئی مسلمان دار لحرب کا باشندہ ہو اور کمپنی حربیوں ہی کی ہو تو بھی یہ معاملہ مسلمان کے لئے ناجائز ہی رہے گا ایک مسلمان کے لئے خواہ وہ دارالاسلام کا باشندہ ہو اور دارالحرب میں مستامن ومعاہد کی حیثیت سے ہو یا دارالحرب ہی کا باشندہ ہو بہر حال اس کا جس طرح دارالاسلام میں کسی مسلمان سے سودی معاملہ کرنا اور سود لینا اور دینا جائز نہیں ہے اس طرح حربی سے بھی خواہ وہ دارالحرب میں ہو یا دارالاسلام میں مستامن کی حیثیت سے ہو بہر صورت اس کا حربی سے ربوی معاملہ کرنا اور سود لینا حرام ہے کتاب اللہ اور سنت اس بارے میں دارالحرب اور دارالاسلام یا حربی اور غیر حربی کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے بلکہ ربوا کو مطلقا حرام کر دیا ہے اور ایک مسلمان کے لئے ربوی معاملہ کو خواہ وہ کہیں بھی اور کسی سے بھی یہ معاملہ کرنا چاہے بہر حال حرام قرار دیا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے حاشیہ در مختار (249/3) میں سوکر دیا بیمہ کے معاملہ میں جو تفصیل اور فرق کیا ہے کہ اگر سوکرہ کا معاملہ حربی مستامن سے دارالاسلام میں ناجائز ہے پس ناگہانی آفت سے بیمہ شدہ مال تلف ہو جانے کی صورت میں اس مستامن حربی سے بیمہ دار مسلمان کے لئے اپنے تلف شدہ مال کا معاوضہ جائز نہیں ہوگا۔ لانہ لایحل لمسلم ان یتعاقد فی دار الاسلام مع المستامن شئ لایلزمہ شرعا لانہ فیہ التزام مالزم (دارالاسلام کا باشندہ ہو یا دارالحرب کا) اگر وہ سوکرہ (انشورنس) کا معاملہ حربی سے دالحرب میں کرے تو یہ معاملہ جائز اور درست ہوگا اور اس صورت میں اس مسلمان بیمہ دار کے لئے اس حربی سے اپنے تلف شدہ مال کا معاوضہ لینا جائز ہوگا۔ لانہ اخذ مال حربی برضاہ دون غدر ولا خیانة ولیس بعقد فاسد معقود فی دار الاسلام حتی یکون خاضعا لاحکامنا

اس فرق وتفصیل پر کتاب اللہ وسنت سے کوئی دلیل نہیں ہے اس فرق کی اساس وبنیاد صرف یہ خیال ہے کہ خاص دارالحرب میں رہنے والے حربیوں کی اموال غیر معصوم ہیں تو وہاں سود کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس بیان کردہ وجہ فرق سے ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقت ربوا کے تحقق کے لئے مال کا معصوم ہونا شرط ہے اور جب یہ شرط حربی اموال میں متحقق وموجود نہیں ہے تو وہاں حقیقت ربوا بھی متحقق نہیں ہوگی لیکن یہ دعوی اور فرق کی یہ توجیہ وتعلیل کسی نص شرعی سے ثابت نہیں ہے قرآن کریم اور احادیث نبویہ نے ربوا کے تحقق کے لئے اموال کے معصوم ہونے کی شرط نہیں لگائی بلکہ اموال غیر معصومہ میں جو ربوی کاروبار ہوتا ہے اور جسے خالص حربی کیا کرتے تھے اس کو بھی ربوا کہا اور اس ربوا کو بھی حرام قرار دیا ہے آیت : الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَن جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانتَهَىٰ فَلَهُ مَا

سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ سورۃ البقرہ : 275

کویکساں سمجھ کرربوی کاروبار اورسودی بن دین کیاکرتےتھے اس آیت نے غیر مسلموں کے ربوی معاملہ کوجووہ اموال غیر معصومہ میں کرتےتھے ربوا کہا ہے اوراس کاکاروبار کرنے والوں کوعذاب آخرت کی دھمکی دی ہے ۔ معلوم ہواکہ ربوالفضل جس کوقرآن نے حرام قرادیا ہے جس طرح مال معصوم میں حرام ہے ٹھیک اسی طرح مال غیر معصوم میں بھی حرام ہے اور مشہور حدیث : ''کل ربا کان فی الجاہلیۃ فھو موضوع واول ربا موضوع ربا العباس بن عبدالمطلب سے تویہ صراحۃ ثابت ہوتا ہے ۔

ربا کے تحقق کےلئے اموال معصوم ہونے کی شرط غلط ہے اس لئے کہ جاہلیت کے ربوی معالے میں جوغیر مسلمون نےاپنے خالص غیر معصوم اموال میں کئے تھے جن میں حضرت عباس کاربوی معاملہ بھی تھا۔ان سب کوآں حضرت ﷺ نے ربوا قراردے دیا ہے ۔ معلوم ہواکہ ربوا کے پائے جانے کےلئے مال کے معصوم ہونے کی شرط وقید بے اصل وبے بنیاد ہے ۔اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مسلم معاہد دارالحرب کا باشندہ بھی اگردارالحرب میں حربی سے اس کی رضامندی سے سہی کوئی بھی ربوی معاملہ کرے توہ وحرام کام کامرتکب ہوگا اوراگراس حربی سے سود کی رقم لے لے توسودخوار ہوگا ۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

[فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری]

جلد نمبر 2۔کتاب البیوع

صفحہ نمبر 353

محدث فتویٰ